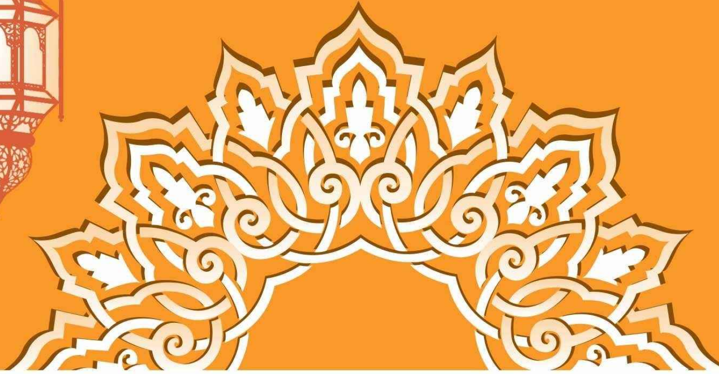
شمارہ نمبر ۲۶

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فروری/ ۲۰۲۳







دوماہی مجلّہ

الاجماع



- صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔
- حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کی تحقیق۔ [محمد بن جابر الیمامیؒ کے طریق پر بحث]
- امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کا مثالب ابی حنیفۃ سے رجوع اور امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کے فضل ومقام کا اقرار۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ:

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔ اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کے بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے، حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر اگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں، تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں اور تم سے زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔ -محدث ابوالمآثر، حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ)

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر، اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے، ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحیتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔

از: مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

اختصار و ترتیب وحاشیہ و اضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

امام ابوعیسی الترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبدالله (بن مسعود) الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة۔ وفى الباب عن البراء بن عازب، قال ابو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن [صحيح] [۱]، وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ پس سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھائی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین کے باب میں حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے، اور (مذکورہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اور اس رفع یدین کے چھوڑنے کے قائل بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم ہیں اور (جلیل القدر ثقہ، حافظ، مجتہد) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) اور اہل کوفہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (**سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۵۷، ت شاکر**)۔

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ہے، کنیت ابوعیسیٰ اور وطن کی نسبت ''بوغی'' اور ''ترمذی'' ہے اور بقول امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۴۶ھ) کے متفق علیہ، ثقہ ہیں۔ (**تہذیب التھذیب ج ۵ ص ۲۸۷**)

---

(۱) دیکھئے، ص ۳۱۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت وعدالت پر پوری امت کا اجماع ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ستر (۷۰) سال کی عمر پائی، اور اپنے وطن ترمذ ہی میں **۲۷۹ھ** میں انتقال فرما گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(۲)　امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ (م **۲۴۳ھ**) صحیح مسلم وسنن اربعہ کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔(**تقریب: رقم ۷۳۲۰، الکاشف**)

(۳)　امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۹۷ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، عابد ہیں۔(**تقریب: رقم ۷۴۱۴**)

نوٹ:

یادرہے مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ (م **۱۳۵۳ھ**) نے بغیر کسی دلیل کے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۹۷ھ**) کے حنفی ہونے کا انکار کیا ہے، اور ٹھوس حوالوں کو مسخ کرتے ہوئے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کا اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۵۰ھ**) کے اجتہاد کے موافق ہو جایا کرتا تھا، نہ یہ کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور رائے پر فتویٰ دیتے تھے۔(**محصلہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۷**)، لیکن یہ تاویل سراسر باطل ہے اس لیے کہ اگر ان کا اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے مطابق ہوتا تو عبارت یوں ہوتی ''یفتی کرائی ابی حنیفۃ وکقول ابی حنیفۃ'' لیکن الفاظ ''برائی ابی حنیفۃ وبقول ابی حنیفۃ'' ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ الغرض امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۹۷ھ**) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے علاوہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور قول پر فتویٰ دیتے تھے (یعنی وہ حنفی تھے)۔[۱]

(۴)　امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۶۱ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، امام، فقیہ، حجت، عابد ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۴۴۵**)

نوٹ:

اگر چہ سفیان ثوریؒ (م **۱۶۱ھ**) مدلس ہیں، مگر یہاں پر ان کا ''عنعنہ'' مقبول ہے، جس کی تفصیل ص: پر موجود ہے۔

---

(۱)　غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ عبدالقادر القرشیؒ (م **۷۷۵ھ**) نے امام وکیعؒ (م **۱۹۷ھ**) کو ''الجواهر المضية في طبقات الحنفية'' میں شمار کیا ہے۔(ج ۲: ص ۲۰۸)، نیز امام وکیعؒ (م **۱۹۷ھ**) نے امام صاحبؒ (م **۱۵۰ھ**) کی حدیث میں توثیق کی ہے اور ان سے روایت بھی لی ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۲۳: ص ۲۵**)

واللہ اعلم

(۵)　عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷ھ) صحیح مسلم، سنن اربعہ کے علاوہ تعلیقاً صحیح بخاری کے بھی راوی اور ثقہ ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۰۷۵)، ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

- امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں "وکان ثقة یحتج به"۔ (الطبقات الکبریٰ: ج ۶: ص ۳۴۱)

- امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۳ھ) کہتے ہیں "ثقة"۔ (تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳: ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ وتہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں "لاباس بحدیثه"۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۶ : ص ۳۵۰، رقم ۱۹۲۹)

- امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۸ھ) کہتے ہیں "ثقة مامون"۔ (تہذیب التہذیب: ج ۳: ص ۳۳۰)

- امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ) نے اپنی صحیح میں ان سے روایات لی ہیں۔ (ملاحظہ ہو صحیح مسلم: ج ۲ ص ۴۱۴-۱۹۷-۳۵۰)

- امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ) نے فرمایا "ثقة"۔ (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۷۴۳)

- امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب اہل کوفہ میں سب سے افضل ہیں۔ (تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳: ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ وتہذیب التہذیب: ج ۵: ص ۵۶، رقم ۸۹)

- امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) کہتے ہیں "صالح"۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۶: ص ۳۵۱)

- امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۰۳ھ) کہتے ہیں "ثقة"۔ (ایضاً)

- امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۱ھ) نے امام عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں بہت سی روایات لی ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ رقم: ۲۷۴، ۲۲۷، ۲۱۷۳، ۲۱۷۲، ۱۴۷، وغیرہ)

- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں "من متقنی الکوفیین"۔ (مشاہیر علماء الامصار: ج ۱: ص ۲۶۰، رقم ۱۳۰۵)

- امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) لکھتے ہیں " ثقۃ مامون "۔ (تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۱۵۰ رقم ۸۳۳)

- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں " ثقة و کان فاضلاً عابداً۔ صدوق "۔ (المغنی: ج ۱: ص ۳۲۱ رقم ۲۹۹۲، تاریخ اسلام: ج ۳: ص ۶۶۷۴ رقم ۱۲۶، دیوان الضعفاء: ج ۱: ص ۲۰۴ رقم ۲۰۳۹، ذکر اسماء من تکلم فیہ وھو موثق: ج ۱: ص ۱۰۴ رقم ۱۷۰)، نیز حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان سے مروی احادیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے (تلخیص مستدرک ج ۴: ص ۲۴۵)

- علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۴ھ) لکھتے ہیں "فاضل عابد"۔ (ملخصاً الوافی بالوفیات: ج ۱۶: ص ۳۲۶)

- حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۴ھ) سے ثقہ اور صدوق لکھتے ہیں۔ (البدر المنیر: ج ۳: ص ۱۰۶، ج ۵: ص ۲۹۶)

- حافظ ابو الحسن نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) عاصم کی روایت کے بارے میں کہتے ہیں "و رجاله ثقات"۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۸ رقم ۱۰۷۷۸، باب الدیات فی الاعضاء وغیرھا)

- امام، حافظ ابو العباس احمد بن ابی بکر البوصیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۴۰ھ) عاصم کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "ھذا اسناد صحیح رجاله ثقات"۔ (مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ: ج ۱: ص ۱۱۳ رقم ۳۳۶، باب الاشارۃ فی التشہد)

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں "صدوق... الخ"۔ (تقریب التہذیب: ج ۱ ص ۲۸۶)

- امام احمد بن عبد اللہ الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد ۹۲۳ھ) نے کہا: "وثقه ابن معین و النسائي"۔ (خلاصة تذهيب تهذيب الكمال: ص ۱۸۳)

لہذا محدثین کے نزدیک، عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمیؒ ثقہ ہیں۔[۱]

(۶)　عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ (م۹۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(**تقریب التہذیب: رقم ۳۸۰۳**)

(۷)　علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (م۶۲ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔(**تقریب التہذیب: رقم ۴۶۸۱**)

(۸)　عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م۳۳ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

آٹھویں راوی جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا شجرہ نسب ''عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر'' ہے سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چھٹا نمبر تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں طرف ہجرت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

اور یہ بات تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ آفتابِ نبوت سے اکتسابِ نور کرنے کے بعد تمام حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجومِ ہدایت تھے بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہ تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی انہی حضرات میں سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان فرمایا ہے۔(**صحیح بخاری: ج۱: ص۵۳۱، صحیح مسلم: ج۲: ص۲۹۳**) اور فرمایا جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔(**مستدرک: ج۳: ص۳۱۹**) اور فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔(**الاستیعاب: ج۱: ص۳۵۹**)

سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ما انزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے) کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے۔(**صحیح مسلم: ج۲: ص۲۹۳**)، مشہور تابعی شقیق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی

---

(۱)　عاصم بن کلیبؒ کے بارے میں اہل حدیث علماء کی جماعت نے علی بن المدینیؒ (م۲۳۴ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ ''**لا یحتج به إذا انفرد**''۔(**تہذیب التہذیب: ج۵: ص۵۶**) اور یہ قول امام علی بن المدینیؒ (م۲۳۴ھ) کی کتاب ''العلل الکبیر'' میں موجود ہے۔(**اکمال تہذیب الکمال: ج۷: ص۱۲۰**)، مگر یہ جرح، جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔واللہ اعلم

کر ترجیح نہیں دیتا۔(**مستدرک حاکم: ج ۳: ص ۳۱۹**) یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علیٰ رؤس الاشہاد فرمایا کرتے تھے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں قرآنِ کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شانِ نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے۔ اور میں کتاب اللہ کا اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہیں پاتا۔(**صحیح بخاری: ج ۲: ص ۷۴۸، صحیح مسلم: ج ۲: ص ۲۹۳**)، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم ہیں۔(**شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳**)، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم قرآن کیلئے ارسال کیا۔(**تاریخ بغداد: ج ۱: ص ۱۴۷**)، آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آکر بیمار ہوئے اور (**۳۲ھ**) میں وفات ہوئی، بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔(**الاصابہ: رقم ۴۹۴۵ وحلیۃ الاولیاء: ج ۱: ص ۱۲۴**)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے، مگر ائمہ وعلماء نے اس حدیث پر اعتراضات کئے ہیں، جن کو جوابات کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

اعتراض نمبر ''۱'': [عبدالرحمن کا سماع، علقمہ سے ثابت نہیں]

اہل حدیث عالم، شیخ رئیس ندوی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عاصم نے روایت مذکورہ عبدالرحمن بن اسود سے نقل کی ہے اور عبدالرحمن نے اسے اپنے چچا علقمہ سے نقل کیا ہے اور عبدالرحمن کا سماع بتصریح منذری علقمہ سے ثابت نہیں۔(تلخیص السنن للمنذری)، اس علت قادحہ کو رفع کرنے اور علقمہ سے عبدالرحمن کا سماع ثابت کرنے پر مفتی نذیری کے امام مصنف بذل المجہود نے بڑا زور لگایا ہے مگر اپنے اثبات مدعا میں موصوف ناکام رہے ہیں۔(**بلفظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۴۱۱-۴۱۲**)

الجواب:

عبدالرحمن بن الاسودؒ (**م ۹۹ھ**) کے بارے میں حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (**م ۴۶۳ھ**) کہتے ہیں کہ

''**سمع أباه، وعلقمة بن قيس**''

امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم اور (اپنے چچا) امام علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے

احادیث سنی ہیں ۔(المتفق والمفترق للخطیب : ج ۳: ص ۱۴۸۷، رقم ۸۱۴)

اور یہی بات امام عبید اللہ بن علی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۸۰ھ) نے بھی کہی ہے ۔(تجرید الاسماء والکنٰی : ج ۲ : ص ۴۷)،

مسند احمد بن حنبل میں عبد الرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۹ھ) کا علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (م بعد ۶۰ھ) سے سماع مذکور ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا یحییٰ بن آدم حدثنا عبداللّٰہ بن ادریس املاہ عَلَیَّ من کتابہ عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود حدثنا علقمة عن عبداللّٰہ قال علمنا ۔۔۔۔ الخ ۔(مسند احمد بن حنبل : ج ۷ : ص ۸۷، رقم ۳۹۷۴)

اور اس حدیث کے بارے میں شیخ، محدث شعیب الارنوؤطؒ (م ۱۴۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''إسنادہ صحیح علی شرط مسلم'' ۔(مسند الامام احمد : ج ۷ : ص ۸۷، ت الارنوط)

نیز جزء رفع یدین میں بھی سماع کی تصریح موجود ہے ۔(**جزء رفع یدین : رقم ۳۲**)

فلھٰذا بالتحقیق والیقین ثقہ تابعی عبد الرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۹ھ) کا علقمہ بن قیسؒ (م بعد ۶۰ھ) سے سماع بلا شک وشبہ ثابت ہے اور رئیس ندوی صاحب کا اعتراض مردود ہے ۔

رئیس ندوی صاحب کا انصاف یا ۔۔۔؟؟؟

پھر رئیس ندوی صاحب کا دوغلا پن ملاحظہ کریں کہ وہ یہاں تو ترک رفع یدین کی روایت میں علقمہ سے عبد الرحمن کے عدم ثبوت سماع کا بہانا بنا کر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ضعیف قرار دے رہے ہیں (حالانکہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ عبد الرحمن کا علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بسند صحیح ثابت ہے)، جبکہ دوسری جگہ امام عبد الرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کی علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ بوقت رکوع تطبیق کے متعلقہ اپنی پسندیدہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح قرار دیا ہے ۔

چنانچہ ندوی صاحب لکھتے ہیں :

اس بات کو ناظرین کرام ذہن نشین رکھتے ہوئے، **''صحیح سند''** کے ساتھ مروی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں **''ان عبداللّٰہ بن مسعود قال علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصلوٰۃ ۔۔۔۔ الخ ۔''(بلفظہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز : ص ۴۰۱)**

اعتراض نمبر "۲": [سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) مدلس ہے]

زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق رئیس ندوی کہتے ہیں کہ:

یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے "معنعن" نقل کی ہے جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے۔ (**بلفظہ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲**)،

یہی اعتراض، مشہور سلفی شیخ عبد الرحمٰن المعلمیؒ (م ۱۳۸۶ھ) اور زبیر علی زئی نے بھی کیا ہے۔ (**ملاحظہ ہو التنکیل: ج ۲ :ص ۲۷۷، نور العینین: ص ۱۳۴**)

الجواب:

اولاً　مدلس راویوں کے مختلف طبقات ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) کی طبقاتی تقسیم کے مطابق پہلے اور دوسرے طبقہ کے مدلسین کی معنعن روایات بالکل صحیح وقابل حجت ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں اور چونکہ طبقہ ثانیہ کے مدلس راویوں کی بیان کردہ معنعن احادیث صحیح وقابل حجت ہوتی ہیں، اس اُصول کے مطابق سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن زیر بحث حدیث بالکل صحیح ہے اور درج ذیل محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم، عرب محققین اور مستند اہل حدیث کے اسماء کی باحوالہ ایک فہرست حاضر خدمت ہے، جنہوں نے صراحتاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے طبقہ کا مدلس قرار دیا ہیں۔

- حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

"ثم يعلم بعد ذلك أن هؤلاء كلهم ليسوا على حد واحد بحيث أنه يتوقف في كل ما قال فيه واحد منهم عن ولم يصرح بالسماع بل هم على طبقات:

أولها: من لم يوصف بذلك إلا نادراً جداً بحيث إنه لا ينبغي أن يعد فيهم كيحيى بن سعيد الأنصاري وهشام بن عروة وموسى بن عقبة۔

وثانيها: من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع، وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى، أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة، وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن

جريج والثوري وابن عيينة وشريك وهشيم، ففي الصحيحين وغيرهما لهؤلاء الحديث الكثير مما ليس فيه التصريح بالسماع، وبعض الأئمة حمل ذلك على أن الشيخين اطلعا على سماع الواحد لذلك الحديث الذي أخرجه بلفظ عن ونحوها من شيخه، وفيه نظر، بل الظاهر أن ذلك لبعض ما تقدم آنفاً من الأسباب، قال البخاري : لا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن سلمة بن كهيل ولا عن منصور - ذكر ذلك مشايخ كثيرة - لا أعرف لسفيان عن هؤلاء تدليساً ما أقل تدليسه''۔ (جامع التحصیل للعلائی: ص ۱۱۳)

معلوم ہوا کہ حافظ العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) کے نزدیک، وہ طبقات ثانیہ کے مدلس ہے۔

- حافظ ابوزرعۃ، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ

''هذه أسماء من ظفرت به ممن نسب إلى التدليس، ولنختم ذلك بفصلين: أحدهما: قال الحافظ صلاح الدين العلائي: ثم يعلم بعد ذلك أن۔۔۔''۔ (کتاب المدلسین لابن العراقی: ۱۰۸-۱۰۹)

یعنی، حافظ ابوزرعۃ، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) بھی، حافظ العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) کی رائے ''کہ سفیان الثوریؒ طبقات ثانیہ کے مدلس ہیں'' سے متفق ہیں۔ واللہ اعلم

- اسی طرح، حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کہتے ہیں کہ

''ثم اعلم أيها الواقف على هؤلاء انهم ليسوا على حد واحد بحيث يتوقف في كل ما قال فيه كل واحد منهم عن أو قال أو ان أو بغير أداة ولم يصرح بالسماع بل هم طبقات - قال الحافظ العلائي:

أولاً - من لم يوصف بذلك الا نادرا جدا بحيث انه ينبغي ان لا يعد فيهم كيحيى بن سعيد الانصاري وهشام بن عروة وابن عقبة۔

ثانيها - من احتمل الائمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وان لم يصرح بالسماع وذلك اما لامامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لانه لا يدلس الا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الاعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري۔۔۔۔۔''۔ (التبيين لأسماء المدلسين: ص ۶۵)

یعنی حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ''عنعنہ'' مقبول ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) نے ان کو طبقات المدلسین کے ''دوسرے طبقہ'' میں شمار کیا ہے۔
(تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: ص ۳۲)

- حافظ ابن حزم الظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ

وأما المدلس فينقسم إلى قسمين أحدهما حافظ عدل ربما أرسل حديثه وربما أسنده وربما حدث به على سبيل المذاكرة أو الفتيا أو المناظرة فلم يذكر له سندا وربما اقتصر على ذكر بعض رواته دون بعض فهذا لا يضر ذلك سائر رواياته شيئا لأن هذا ليس جرحة ولا غفلة لكننا نترك من حديثه ما علمنا يقينا أنه أرسله وما علمنا أنه أسقط بعض من في إسناده ونأخذ من حديثه ما لم نوقن فيه شيئا من ذلك وسواء قال أخبرنا فلان أو قال عن فلان أو قال فلان عن فلان كل ذلك واجب قبوله ما لم يتيقن أنه أورد حديثا بعينه إيرادا غير مسند فإن أيقنا ذلك تركنا ذلك الحديث وحده فقط وأخذنا سائر رواياته۔

وقد روينا عن عبد الرزاق بن همام قال كان معمر يرسل لنا أحاديث فلما قدم عليه عبد الله بن المبارك أسندها له وهذا النوع منهم كان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي إسحاق السبيعي وقتادة بن دعامة وعمرو بن دينار وسليمان الأعمش وأبي الزبير وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة وقد أدخل علي بن عمر الدارقطني فيهم مالك بن أنس ولم يكن كذلك ولا يوجد له هذا إلا في قليل من حديثه أرسله مرة وأسنده أخرى وقسم آخر قد صح عنهم إسقاط۔۔۔۔ (الاحکام لابن حزم: ج ۱: ص ۱۴۱-۱۴۲، ت شاکر)

- شیخ محمد بن حسین بن سلیمان الفقیہؒ (م ۱۳۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

ومن هذا كان المدلسون على مراتب:

الأولى: من لم يوصف بذلك إلا نادراً جداً, فلا يعد في المدلسين مثل: يحيى بن سعد الأنصاري, وهشام بن عروة, وموسى بن عقبة والزهري۔

الثانية: من احتمل الأئمة تدليسه, وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع وذلك لإمامته وقلة تدليسه في جانب ما روى, مثل سفيان بن عيينة۔

الثالثة: من أكثر من التدليس فلم يحتج الأئمة بشيء من أحاديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع, ومنهم من رد حديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع، ومنهم من رد حديثهم مطلقاً, ومنهم من قبله مطلقاً مثل: أبي الزبير محمد بن مسلم المكي۔

الرابعة: من اتفق الأئمة على أنه لا يحتج بشيء من أحاديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع لكثرة تدليسهم عن الضعفاء والمجهولين مثل: بقية بن الوليد۔

الخامسة: من ضعف بأمر ضعف آخر سوى التدليس فحديثهم مردود ولو صرحوا بالسماع إلا أن يوثق من كان ضعفه يسيراً مثل عبد الله بن لهيعة۔ (منظومة الجرح والتعديل من المنظومات العلمية: ص ۱۴-۱۵)

- شیخ حماد بن محمد الانصاریؒ (م ۱۴۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''ثم اعلم أن هؤلاء المدلسين الذين ستسمع تراجمهم _ إن شاء الله _ ليسوا على حد واحد بحيث تتوقف في كل ما قال فيه كل واحد منهم "عن" أو "أن" أو "قال" أو بغير أداة ولم يصرح بالسماع، بل هم على خمس طبقات:

أولها: من لم يوصف بذلك إلا نادرا جدا بحيث إنه ينبغي أن لا يعد فيهم كيحيى بن سعيد الأنصاري وهشام بن عروة وابن عقبة،

وثانيها: من احتمل الأئمة تدليسه وخرّجوا له في الصحيح، وإن لم يصرح بالسماع، وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري وابن عيينة وشريك وهشيم، ففي الصحيحين وغيرهما لهؤلاء الحديث الكثير ما ليس فيه التصريح بالسماع، وبعض الأئمة حمل ذلك على أن الشيخين اطلعا على سماع الواحد لذلك الحديث الذي أخرجه بلفظ "عن" ونحوها عن شيخه، وفيه نظر بل الظاهر أن ذلك لبعض ما تقدم آنفا من الأسباب. قال البخاري: لا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن سلمة بن كهيل ولا عن

منصور... وذكر مشايخ كثيرة، لا أعرف لسفيان عن هؤلاء تدليسا، ما أقل تدليسه"۔(إتحاف ذوي الرسوخ بمن رمي بالتدليس من الشيوخ للحماد بن محمد الانصاری)

- شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کا حوالہ آگے آرہا ہے۔
- مشہور فقیہ، شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ (م ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

والمدلسون كثيرون، وفيهم الضعفاء والثقات؛ كالحسن البصري، وحميد الطويل، وسليمان بن مهران الأعمش، ومحمد بن إسحاق والوليد بن مسلم، وقد رتبهم الحافظ إلى خمس مراتب:

الأولى - من لم يوصف به إلا نادراً؛ كيحيى بن سعيد.

الثانية - من احتمل الأئمة تدليسه، وأخرجوا له في "الصحيح"؛ لإمامته، وقلة تدليسه في جنب ما روى؛ كسفيان الثوري، أو كان لا يدلس إلا عن ثقة؛ كسفيان بن عيينة.

الثالثة - من أكثر من التدليس غير متقيد بالثقات؛ كأبي الزبير المكي.

الرابعة - من كان أكثر تدليسه عن الضعفاء والمجاهيل؛ كبقية بن الوليد.

الخامسة - من انضم إليه ضعف بأمر آخر؛ كعبد الله بن لهيعة۔(مصطلح الحدیث لابن العثیمین: ص ۱۵)

- مشہور محدث، شیخ نور الدین عترؒ (م ۱۴۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ

وتتفاوت أحوال المدلسين تفاوتا كبيرا، فمنهم من احتمله الأئمة لثقته وندرة تدليسه، بحيث يرى المحدث أن هذا من صحيح حديثه، ليس مما دلسه. ومنهم من احتملوه لكونه لا يدلس إلا عن ثقة، مثل سفيان بن عيينة الإمام الكبير، وقد أخرج له الشيخان. ومنهم ثقات كثر تدليسهم عن الضعفاء والمجهولين، مثل بقية بن الوليد الحمصي، فلا يحتج بحديث هذا الصنف إلا إذا صرح بالسماع. ومنهم ضعفاء لا يحتج بهم ولو صرحوا بالسماع، وازدادوا بالتدليس ضعفا مثل عطية العوفي. وقد فصل مراتبهم الحافظ العلائي بأحسن بيان، واستمد منه الحافظ ابن حجر۔(منهج النقد في علوم الحديث: ص ۱۳۸)

- دکتور عبد الکریم الخضیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

فلا شك أن ما جاء في الصحيحين لا يحتاج أن يبحث فيه، ولا يطعن بسبب عنعنة مدلس، وهنا خارج

الصحيحين لا مانع من أن يطلب التصريح، وأن يرد الخبر إذا لم يصرح مدلس لا سيما إذا كان من الطبقة الثالثة من طبقات المدلسين إذا كان من الثالثة فإنه لا بد أن يصرح بالتحديث ، فالطبقة الأولى من لم يدلس إلا نادراً، يعني في جنب روايته، وهذا النادر وجوده كعدمه، الثانية: من احتمل الأئمة تدليسه لإمامته كالسفيانين، وهذا لا يحتاج أن يصرح، أما من أكثر من التدليس ودلس عن ثقة وغير ثقة فإنه لا بد أن يصرح بالتحديث، كما هنا أبو الزبير من الطبقة الثالثة، وأما الطبقة الرابعة من المدلسين فإنهم الذين يدلسون ويكثرون منه عن الضعفاء وعن الثقات، أو جرحوا بغير التدليس، فإن هؤلاء ولو صرحوا بالتحديث ۔(شرح مقدمۃ ابن ماجہ: ج۵: ص۱۱)

- شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کے شاگرد، شیخ أبو أسامة سليم بن عيد الهلالي حفظہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

''شيخنا أسدُ السُّنَّةِ وناصرُها العلامة الألباني - رحمه الله - في "الصحيحة" (1651/209/4):

"وهو ثقة، ولكنه كان يدلس، وقد عنعنه عندهم جميعًا! لكنه يبدو أنه قليل التدليس؛ ولذلك أورده الحافظ في المرتبة الثانية من رسالته "طبقات المدلسين"؛ وهي المرتبة التي يورد فيها من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في "الصحيح"؛ لإمامته وقِلّة تدليسه في جنب ما روى؛ كالثوري..

قلت: وهو كما قال - رحمه الله ''۔(عُجالةُ الرّاغِب المُتَمَنّي في تخريج كِتابِ عَمَلِ اليَومِ وَالليلة لابن السُّنِي: ج۲: ص۵۵۷)

- مشہور سلفی، شیخ سليمان بن ناصر بن عبد الله العلوان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

عن ابن عمر قال: قال رسول الله، صلى الله عليه وسلم: "لا تقبحوا الوجه فإن الله عز وجل خلق آدم على صورة الرحمن". رواته ثقات وعنعنة الأعمش لا تضر، لأنه من المقلين من التدليس وهو ممن احتمل أكثر الأئمة عنعنته، أما إذا دلت قرينة على أنه دلس في الحديث فهنا يطرح حديثه وحديث الباب ليس هناك دليل يدل على أنه دلس فتعليل الحديث بعنعنة الأعمش تعليل عليل، وكثيراً ما يصحح الأئمة الكبار أحاديث للأعمش وهي معنعنة، وهذا أمر مشهور عند أهل الحديث، وقد ذكر ابن حجر مراتب الموصوفين بالتدليس، فذكر خمس مراتب، وعدّ الأعمش من أهل المرتبة الثانية، وقد قال عن أهل هذه المرتبة في المقدمة: من

احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لإمامته وقلة تدليسه في جنب ما روى، كالثوري أو كان لا يدلس إلا عن ثقة كابن عيينة۔ (القول المبين في إثبات الصورة لرب العالمين: ص ۲۸)

- نیز برصغیر کے قدیم علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) طبقات ثانیہ کے مدلس ہے، چنانچہ

* مولانا عبدالرحمٰن المبارکفوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ

الثوري وهو سفيان بن سعيد بن مسروق الثوري أبو عبد الله الكوفي ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة من رؤوس الطبقة السابعة وكان ربما دلس مات سنة إحدى وستين ومائة كذا في التقريب والخلاصة قلت قال الحافظ في طبقات المدلسين وهم أي المدلسون على مراتب الأولى من لم يوصف بذلك إلا نادرا كيحيى بن سعيد الأنصاري الثانية من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لإمامته وقلة تدليسه في جنب ما روى كالثوري أو كان لا يدلس إلا عن ثقة كابن عيينة انتهى۔ (تحفۃ الاحوزی: ج ۱: ص ۳۲)

* مولانا یحییٰ گوندلویؒ (م ۱۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

سفیان دوسرے طبقے کے مدلس ہیں۔ (طبقات المدلسین: ص ۹)، دوسرے طبقے کے مدلسین کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: ائمہ حدیث نے ان کی تدلیس برداشت کی ہے اوران کی حدیث صحیح سمجھی ہے، کیونکہ یہ لوگ امام تھے اور تدلیس کم کرتے تھے، جیسے امام ثوری ہیں یا صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے، جیسے ابن عیینہ ہیں۔ (خیر الکلام: ص ۲۸۹)

* محدث العصر، سید محب اللہ شاہ راشدیؒ (م ۱۴۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ

چونکہ یہ (ثوری) طبقات المدلسین، مؤلف، حافظ ابن حجرؒ میں یہ مرتبہ ثانیہ میں مذکور ہے، لہذا اس کا عنعنہ مقبول ہے۔ (مقالات راشدیہ: ج ۱: ص ۳۰۵)

* سید بدیع الدین راشدی صاحب (م ۱۴۱۶ھ) کہتے ہیں کہ

''المرتبة الثانية وهم المدلسون عن ثقات أو غيرهم في بعض الاوقات والحكم فيهم كالذين تقدموا [اعنى كحكم المرتبة الاولى] فالحسن البصرى الامام قدر موا ثم سفيانان ۔۔۔'' ۔ (جز منظوم فی اسماء المدلسین: ص ۸۸، طبع مع الفتح المبین للزبیر علی زئی، طبع شوال ۱۴۲۶ھ)

لہذا جب جمہور ائمہ محدثین اور علماء کرام کی ایک جماعت نے سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کو طبقات ثانیہ کا مدلس مان

کر، ان کی ''عنعنہ'' کو مقبول مانا ہے، تو ان کے ''عنعنہ'' پر اعتراض ہی بیکار ہے۔

دوم امام سفیان الثوریؒ (م ١٦١ھ) کبھی کبھار تدلیس کرنے والے یعنی قلیل التدلیس بھی تھے، اور قلیل التدلیس کا عنعنہ بھی مقبول ہوتا ہے۔ (دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۳: ص ۲۴۲**)، اس لحاظ سے بھی ان کا ''عنعنہ'' مقبول ہے۔ چنانچہ

- امام ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م ۲۵٦ھ) فرماتے ہیں کہ

''ما أقل تدليسه''

ان کی تدلیس بہت کم ہے۔ (**علل الکبیر للترمذی: ص ۳۸۸**)،

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''سفيان بن سعيد الحجة الثبت، متفق عليه، مع أنه كان يدلس عن الضعفاء، ولكن له نقد وذوق، ولا عبرة لقول من قال: يدلس ويكتب عن الكذابين'' ۔ (**میزان الاعتدال: ج ۲: ص ١٦٩**)

یعنی حافظ الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کے نزدیک، سفیان ثوریؒ (م ١٦١ھ) کا عنعنہ کا مقبول ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷٦۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''الإمام المشهور تقدم أنه يدلس ولكن ليس بالكثير من ذلك'' ۔ (**جامع التحصیل: ص ١٨٨**)

* نیز ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

''ثم يعلم بعد ذلك أن هؤلاء كلهم ليسوا على حد واحد بحيث أنه يتوقف في كل ما قال فيه واحد منهم عن ولم يصرح بالسماع بل هم على طبقات:

أولها: من لم يوصف بذلك إلا نادراً جداً بحيث إنه لا ينبغي أن يعد فيهم كيحيى بن سعيد الأنصاري وهشام بن عروة وموسى بن عقبة۔

وثانيها: من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع، وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى، أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة، وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن

جريج والثوري وابن عيينة وشريك وهشيم، ففي الصحيحين وغيرهما لهؤلاء الحديث الكثير مما ليس فيه التصريح بالسماع، وبعض الأئمة حمل ذلك على أن الشيخين اطلعا على سماع الواحد لذلك الحديث الذي أخرجه بلفظ عن ونحوها من شيخه، وفيه نظر، بل الظاهر أن ذلك لبعض ما تقدم آنفاً من الأسباب، قال البخاري: لا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن سلمة بن كهيل ولا عن منصور۔ ذكر ذلك مشايخ كثرة۔ لا أعرف لسفيان عن هؤلاء تدليساً ما أقل تدليسه''۔ (جامع التحصیل: ص ۱۱۳)

یعنی حافظ العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) کے نزدیک، وہ قلیل التدلیس بھی ہیں اور طبقات ثانیہ کے مدلس بھی۔

- حافظ ابوزرعۃ ،ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ

''هذه أسماء من ظفرت به ممن نسب إلى التدليس، ولنختم ذلك بفصلين: أحدهما: قال الحافظ صلاح الدين العلائي: ثم يعلم بعد ذلك أن۔۔۔''۔ (کتاب المدلسین لابن العراقی: ۱۰۸-۱۰۹)

یعنی، حافظ ابوزرعۃ ،ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) بھی، حافظ العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) کی رائے ''کہ سفیان الثوری قلیل التدلیس بھی ہیں اور طبقات ثانیہ کے مدلس بھی'' سے متفق ہے۔ واللہ اعلم

- اسی طرح، حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کہتے ہیں کہ

''ثم اعلم أيها الواقف على هؤلاء انهم ليسوا على حد واحد بحيث يتوقف في كل ما قال فيه كل واحد منهم عن أو قال أو ان أو بغير أداة ولم يصرح بالسماع بل هم طبقات۔ قال الحافظ العلائي:

أولاً- من لم يوصف بذلك الا نادرا جدا بحيث انه ينبغي ان لا يعد فيهم كيحيى بن سعيد الانصاري وهشام بن عروة وابن عقبة.

ثانيها- من احتمل الائمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وان لم يصرح بالسماع وذلك اما لامامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لانه لا يدلس الا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الاعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري۔۔۔۔۔''۔ (التبيين لأسماء المدلسين: ص ۶۵)

یعنی حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کا ''عنعنہ'' بھی مقبول ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''وكان ربما دلس''

وہ کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے۔ (تقریب: رقم ۲۴۴۵)،

- دکتور عبد الکریم الخضیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

وهو سفيان بن سعيد بن مسروق الثوري أبو عبد الله الكوفي ثقة حافظ، فقيه عابد، إمام حجة، يعني في أعلى درجات التوثيق، إمام متبوع صاحب مذهب، لكن مذهبه انقرض، يعني بعد الثلاثمائة انقرض، ثقة حافظ، فقيه عابد، إمام حجة، من رؤوس الطبقة السابعة، وكان ربما دلس كذا في ترجمته، ولكنه ممن احتمل الأئمة تدليسه لإمامته وقلة ما دلس في جانب مروياته۔ (شرح صحیح بخاری للخضیر: ج۱۶: ص ۱۳)

- دکتور **ناصر بن محمد بن عبد العزيز العبد الله** حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''الثوري كان عنعن فإنه ممن احتمل الأئمة تدليسهم''۔ (المطالب العالیۃ: ج ۳: ص ۳۴۰)

- اسی طرح، مولانا عبد الرحمٰن المبارکفوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) اور

- مولانا یحیی گوندلویؒ (م ۱۴۰۵ھ) کے حوالے بھی گزر چکے، جنہوں نے امام ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کو قلیل التدلیس مانا ہے۔

ان تمام حوالوں سے، یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) قلیل التدلیس ہیں اور ان کے ''عنعنہ'' کی صحت پر حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ العلائیؒ (م ۷۶۲ھ) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) متفق ہیں، لہذا اس لحاظ سے بھی، ان کا ''عنعنہ'' پر اعتراض کمزور ہی ثابت ہوتا ہے۔

سوم		ترکِ رفع کی اس روایت میں سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے متابع میں کئی ثقہ روات موجود ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

متابع نمبر ''۱'':

ثقہ، ثبت، امام ابوجعفر، احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا مسدد قال حدثنا خالد بن عبداللّٰہ قال حدثنا حصین عن عمرو بن مرۃ قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمۃ بن وائل یحدث عن ابیہ ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یرفع قبل الرکوع وبعدہ فذکرت ذلک لابراھیم فغضب وقال رأہ ھو لم یرہ ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ولا اصحابہ۔

حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کی مرفوع حدیث بیان فرمارہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے عرض کردی، تو وہ غصہ ہوگئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے چھوڑتے بھی دیکھا ہے)۔ (**شرح معانی الآثار للطحاوی: ج۱: ص ۲۲۴، حدیث نمبر ۱۳۵۲**)

اور ثقہ، ثبت، امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا محمد النضر الازدی ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن حصین قال ذکر عمرو بن مرۃ عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی رفع یدیہ للصلاۃ قال حصین فقال ابراھیم: ما ادری لعل وَائِلاً لم یر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم غیر ذلک الیوم فکیف حفظہ؟ ولم یحفظہ عبداللّٰہ واصحابہ، ھو اعلم برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أم عبداللّٰہ فانما کان یرفع یدیہ افتتاحاً۔

امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے نماز میں رفع یدین کرنا نقل کیا۔ امام حصین بن عبدالرحمن نے فرمایا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس دن کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس کو محفوظ کرلیا اور کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے محفوظ نہ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں کہ رفع یدین صرف شروع نماز میں ہی ہے۔

یعنی اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ایک دن دیکھ کر محفوظ فرماسکتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل رہنے والے ہیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع

یدین چھوڑنے والے عمل کو بطریق اولیٰ محفوظ فرمایا ہے۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۲: ص ۱۲، حدیث نمبر ۸)

اور ایک جگہ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا أبو بكرة، قال: ثنا مؤمل، قال: ثنا سفيان، عن المغيرة، قال: قلت لإبراهيم: حديث وائل أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم، يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع؟ فقال: إن كان وائل رآه مرة يفعل ذلك، فقد رآه عبد الله خمسين مرة، لا يفعل ذلك۔

مغیرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) سے کہا کہ حضرت وائلؓ کا کہنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شروع نماز، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے، رفع الیدین کرتے دیکھا، تو ابراہیم النخعیؒ نے کہا: کہ اگر وائلؓ نے حضور ﷺ کو 'ایک' بار رفع الیدین کرتے دیکھا، تو عبداللہ بن مسعودؓ نے "۵۰" بار حضور ﷺ کو [رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے] رفع الیدین نہ کرتے دیکھا۔(شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۲۴)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۹۰، سیر) اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) موجود ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۳۶)

(۲) ابوعبداللہ، احمد بن داود البصری السدوسیؒ (م ۲۸۲ھ) بھی ثقہ ہیں۔(ارشاد القاصی والدانی: ص ۱۱۳) اور ان کے متابع میں ثقہ راوی، محمد بن احمد بن النضر، ابوبکر الازدیؒ (م ۲۹۱ھ) اور ثقہ، قاضی بکار بن قتیبہ، ابوبکرۃ البصریؒ (م ۲۷۰ھ) موجود ہیں۔(ارشاد القاص والدانی: ص ۵۰۱، کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۶۸)،

(۳) مسدد بن مسرہد الاسدیؒ (م ۲۲۸ھ) صحیح بخاری وسنن ثلاثہ ماخلا ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔(تقریب: رقم ۶۵۹۸) اور ان کے متابع میں ثقہ راوی، معاویہ بن عمرو الازدیؒ (م ۲۱۴ھ) و رصدوق عند المتابعات راوی، مومل بن اسماعیلؒ (م ۲۰۶ھ) موجود ہیں۔(تقریب: رقم ۶۷۶۸، تحریر تقریب التہذیب: رقم ۷۰۲۹)،

(۴) خالد بن عبداللہ الواسطیؒ (م ۱۸۲ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔(تقریب: رقم ۱۶۴۷) اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، امام زائدۃ بن قدامہؒ (م ۱۶۰ھ) اور ثقہ، حجت، حافظ، فقیہ، سفیان الثوری (م ۱۶۱ھ) موجود ہیں۔(تقریب: رقم ۱۹۸۲، ۲۴۴۵)

(۵)　　حصین بن عبدالرحمٰن السلمیؒ (م ۱۳۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حجت ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۳۶۹، الکاشف: رقم ۱۱۲۴**)، اور ان کے متابع ثقہ، متقن، حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) موجود ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۸۵۱**)

نوٹ:

بعض کی رائے یہ ہے کہ حصین بن عبدالرحمٰن السلمیؒ (م ۱۳۶ھ) کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، مگر راجح قول میں ان کا اختلاط مضر نہیں ہے۔ (**المختلطین للعلائی: ص ۲۱**)، نیز خالد بن عبداللہ الواسطیؒ (م ۱۸۲ھ) اور زائدۃ بن قدامۃؒ (م ۱۶۰ھ) نے ان سے ان کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے سماع کیا تھا۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۳۶۹**)، پھر متابع میں ثقہ، متقن، حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) موجود ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۸۵۱**)

لہذا یہاں پر ان کی اختلاط کی بحث ہی فضول ہے۔

(۶)　　ابراہیم بن یزید النخعیؒ (م ۹۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، فقیہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۷۰، سیر: ج ۴: ص ۵۲۰**)

نوٹ:

اگر چہ، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) نے عبداللہ بن مسعودؓ کا زمانہ نہیں پایا، مگر ''ابراہیم عن عبداللہ'' کی مراسیل کو ائمہ علل و ائمہ جرح وتعدیل نے خاص طور سے قبول کیا ہے، کیونکہ جب وہ ابن مسعودؓ (م ۳۳ھ) سے ارسال کرتے، تو ان کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان، اصحاب ابن مسعود کی ایک جماعت ہوتی، اس وجہ سے وہ ''عن ابن مسعودؓ'' کہتے تھے۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۱**)، چنانچہ امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ

فإن قالوا ما ذكرتموه عن إبراهيم, عن عبد الله غير متصل. قيل لهم كان إبراهيم, إذا أرسل عن عبد الله, لم يرسله إلا بعد صحته عنده, وتواتر الرواية عن عبد الله, قد قال له الأعمش: إذا حدثتني فأسند. فقال: إذا قلت لك قال: عبد الله فلم أقل ذلك حتى حدثنيه جماعة عن عبد الله, وإذا قلت حدثني فلان عن عبد الله فهو الذي حدثني۔

حدثنا بذلك إبراهيم بن مرزوق, قال: ثنا وهب أو بشر بن عمر, شك أبو جعفر, عن شعبة, عن الأعمش بذلك، قال أبو جعفر: فأخبر أن ما أرسله عن عبد الله, فمخرجه عنده أصح من مخرج ما ذكره عن

رجل بعينه عن عبد الله. فكذلك هذا الذي أرسله عن عبد الله لم يرسله إلا و مخرجه عنده أصح من مخرج ما يرويه عن رجل بعينه عن عبد الله۔ (شرح معاني الآثار: ج۱: ص۲۲۶-۲۲۷)

یعنی اس ترک رفع کی روایت میں بھی، ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان، اصحاب ابن مسعودؓ کی ایک جماعت ہے، نیز امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) اپنے نزدیک، صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔ (**مجلہ الاجماع: ش۱۱: ص۶**)،

اور بقول امام ابوبکر البیہقیؒ (م۴۵۸ھ) کے، خود امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) نے کہا: کہ میرے اور عبداللہ کے درمیان شیوخ ثقہ ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش۱۱: ص۱۶**)،

معلوم ہوا کہ یہاں رفع کی روایت میں بھی، ان کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان میں ''ثقہ اصحابِ ابن مسعودؓ'' ہیں، لہذا یہ روایت صحیح و مقبول ہوگی اور جو لوگ 'ثقہ اصحابِ ابن مسعودؓ' کو مجہول کہہ کر، اس روایت کو رد کرتے ہیں، یہ بڑی جرأت و جسارت کی بات ہے اور انکا یہ اعتراض بھی کمزور ہے۔ کیونکہ شیوخ ابراہیم النخعی میں کوئی بھی مجہول نہیں ہے۔ فیما اعلم۔

نیز بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) اور عبداللہ بن مسعودؓ (م۳۲ھ) کے درمیان میں علقمہ بن قیس النخعیؒ (م بعد ۶۰ھ) اور اسود بن یزید النخعیؒ (م۷۵ھ) کا واسطہ موجود ہے۔ (دیکھئے ص:)،

یعنی یہاں تک رفع کی روایت میں ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) اور ابن مسعودؓ کے درمیان میں ثقہ اصحاب ابن مسعود میں ''علقمہ اور اسود'' بھی شامل ہیں۔

لہذا جب علقمہ بن قیس النخعیؒ (م بعد ۶۰ھ) اور اسود بن یزید النخعیؒ (م۷۵ھ) کا واسطہ موجود ہے، تو یہ روایت ظاہراً بھی متصل ہی ہوگی۔ واللہ اعلم

(۷)　عبداللہ بن مسعودؓ (م۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

یعنی اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

نوٹ:

سفیان الثوریؒ (م۱۶۱ھ) کی ولادت (۹۷ھ) میں ہوئی، جب کہ امام ابراہیم النخعیؒ کی وفات (۹۶ھ) میں ہوئی۔ (تقریب: رقم ۲۷۰، ۲۴۴۵)،

یعنی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ولادت سے قبل بھی، ابن مسعودؓ (م ۳۳ھ) سے مروی یہ روایت، امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) بیان کرتے تھے۔

لہذا اس قوی متابع کی وجہ سے، سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ''عنعنہ'' پر اعتراض نہایت ہی کمزور معلوم ہوتا ہے، لہذا باطل ومردود ہے۔

متابع نمبر ''۲'':

صدوق، امام، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا إبراهيم بن عمروس بن محمد الهمداني، حدثنا محمد بن عبيد، حدثنا القاسم بن الحكم، عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال: ذكر عنده حديث وائل بن حجر أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند الركوع وعند السجود، فقال: أعرابي لا يعرف شرائع الإسلام لم يصل مع النبي صلى الله عليه وسلم عندي إلا صلاة واحدة، وقد حدثني من لا أحصي عن عبد الله بن مسعود أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط، وحكاه عن النبي صلى الله عليه وسلم، وعبد الله عالم بشرائع الإسلام وحدوده، متفقد لأحوال النبي صلى الله عليه وسلم ملازم له في إقامته وفي أسفاره، وقد صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم ما لا يحصى۔ (*مسند الامام ابو حنیفۃ للحارثی*: ج ۲: ص ۵۸۰)

سند کی تحقیق:

(۱) امام، حافظ ابو محمد، عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) مشہور صدوق، حافظ الحدیث، فقیہ ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۲۲)

(۲) ابراہیم بن عمروس بن محمد الفسطاطیؒ (م ۳۲۱ھ) صدوق، محدث ھمذان ہیں۔ (سیر: ج ۱۴: ص ۵۵۰)

(۳) محمد بن عبید بن عبد الملک الاسدی، ابو عبد اللہ الہمذانیؒ (م ۲۴۹ھ) سنن الترمذی کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۱۱۷)

(۴) القاسم بن الحکم بن کثیر العرنیؒ (م ۲۰۸ھ) سنن الترمذی کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۵۴۵۵)

(۵) امام ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م ۱۵۰ھ) سنن الترمذی وسنن النسائی کے راوی اور ثقہ، امام، فقیہ ہیں۔
(تقریب: رقم ۷۱۵۳، مجلہ الاجماع: ش ۲۳: ص ۱، ۱۴)

(۶) حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کا تعارف ص: ۴۱ پر موجود ہے۔

(۷) ابراہیم بن یزید النخعیؒ (م ۹۶ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(۸) ''حدثني من لا أحصي'' سے مراد بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔ (دیکھئے: ص ۲۱)

(۹) عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یعنی اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

نوٹ:

اس روایت میں خود ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کہتے ہیں کہ ''**من لا أحصي عن عبد الله بن مسعود أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط**'' بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود نے مجھے بتایا کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف شروع نماز میں ہی رفع الیدین کرتے تھے۔

اب یہاں تک سند میں تصریح آ چکی ہے کہ ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) نے بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود سے، یہ روایت سنی ہے۔ لہذا اس کے بعد، اگر کوئی اس روایت کی صحت کا انکار کرے، تو ضد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ واللہ اعلم

متابع نمبر ''۳'':

ثقہ، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحناط و عبدالوهاب بن عیسیٰ بن ابی حیة قالا نا اسحاق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله قال صلیت مع النبی صلی الله علیه وآله وسلم و مع ابی بکر و مع عمر رضی الله عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰة۔

قال اسحاق به ناخذ فی الصلوٰة کلها۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

ثقہ، امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔(سنن الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۱۳۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور حافظ المارد ینیؒ (م ۷۵۰ھ) اور محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) کہتے ہیں کہ "هذا شاهد جيد"۔

محدث ظفر احمد العثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) بھی فرماتے ہیں کہ "إسناده جيد"۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۴۳)

متابع نمبر "۴":

صدوق، امام، حافظ ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن إبراهيم بن زياد الرازي، حدثنا سليمان ابن الشاذكوني، قال: سمعت سفيان بن عيينة يقول: اجتمع أبو حنيفة والأوزاعي في دار الحناطين بمكة، فقال الأوزاعي لأبي حنيفة: ما بالكم لا ترفعون أيديكم في الصلاة عند الركوع وعند الرفع منه؟ فقال أبو حنيفة: لأجل أنه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شيء، فقال: كيف لم يصح وقد حدثني الزهري، عن سالم، عن أبيه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، وعند الركوع، وعند الرفع منه، فقال له أبو حنيفة: وحدثنا حماد، عن إبراهيم، عن علقمة، والأسود، عن عبد الله بن مسعود، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه إلا عند افتتاح الصلاة، ولا يعود لشيء من ذلك، فقال الأوزاعي: أحدثك عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، وتقول: حدثني حماد، عن إبراهيم، فقال له أبو حنيفة: كان حماد أفقه من الزهري، وكان إبراهيم أفقه من سالم، وعلقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه، وإن كانت لابن عمر صحبة، فله فضل صحبة، والأسود له فضل كثير، وعبد الله عبد الله، فسكت الأوزاعي۔

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی مکہ میں دارالحناطین میں ملاقات ہوئی تو امام اوزاعیؒ نے کہا: آپ لوگ رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے ہیں؟ تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا: چونکہ اس

بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح طور پر کچھ منقول نہیں، اس پر امام ابوزاعیؒ نے کہا: کیسے صحیح طور پر منقول نہیں، مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی، وہ سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے، رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین فرماتے تھے، تو امام ابوحنیفہؒ نے ان سے کہا: مجھ سے حدیث بیان کی حماد نے، وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعیؒ سے وہ نقل کرتے ہیں علقمہؒ اور اسودؒ سے، وہ بیان کرتے ہیں عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالے سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے تھے، پھر دوبارہ کہیں نہیں کرتے تھے، تو امام اوزاعیؒ نے کہا: میں آپ کو زہری عن سالم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سند سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں مجھ سے حماد نے ابراہیم کے حوالے سے حدیث بیان کی؟ تو ان سے امام ابوحنیفہؒ نے کہا: حماد زہری سے افقہ ہیں، اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقہ کی بصیرت رکھتے ہیں، اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہیں ہیں، البتہ ابن عمرؓ صحابہ کرام میں سے ہیں، یہ ان کی فضلیت اپنی جگہ ہے، اور اسودؒ کو بھی بہت فضل وکمال حاصل ہے، اور حضرت عبداللہ تو پھر عبداللہ ہیں، تو امام اوزاعیؒ خاموش ہو گئے۔ (**مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۱: ص ۴۸۳**)

اسی طرح، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) ہی فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو عبد الله محمد بن خزيمة بن محسبان البخاري، حدثنا رجاء بن عبد الله النهشلي بمكة، حدثنا شقيق بن إبراهيم، عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، عن الأسود: أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول التكبير ثم لا يعود لشيء من ذلك، ويأثر ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر کہیں نہیں کرتے تھے، اور یہ چیز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔ (**مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۵۰۱**)

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) صدوق، امام، فقیہ ہیں۔ (دیکھئے ص:)،

(۲) ابوعبداللہ، محمد بن خزیمۃ البخاری سے مراد، ابوعبداللہ، محمد بن خزیمۃ البلخیؒ (م ۳۱۱ھ) ہیں، کیونکہ یہاں ان کے شاگرد رجاء بن عبداللہ کے بارے میں حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ "**روى عنه أهل بلخ**"۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۲۴۷**)،

لہذا یہاں ان سے مراد، ابوعبداللہ، محمد بن خزیمۃ البلخیؒ (م ۳۱۱ھ) ہی ہیں - واللہ اعلم - اور وہ صدوق ہیں۔

حافظ عبدالقادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے کہا: ''الإمام البلخی، أحد مشائخ بلخ، إمام کبیر''۔(**الجواہر المضیۃ: ج ۲: ص ۵۳، ۴۳۵**)، اوران پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے۔

لہذا یہ دینی شہرت ان کے صدوق ہونے کے لئے کافی ہے۔(دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۱۴: ص ۵۷**)،

نیز ان کے متابع میں محمد بن ابراہیم بن زیاد، ابوعبداللہ الرازی الطیالسی (م ۳۱۳ھ) متروک ہے، مگر متابع میں صدوق راوی ہے۔

(۳) ابوصالح، رجاء بن عبداللہ الصاغانیؒ [**وکان مجاورا بمکۃ حتی مات**] سے ایک جماعت نے روایت لی ہے۔ (**اخبار مکۃ للفاکہی: ج ۳: ص ۲۵۰، الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ج ۱۰: ص ۱۳، مشیخۃ الشیخ الأجل أبي عبد اللہ محمد الرازي: ص ۲۲۰، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ج ۲: ص ۵۸۶**) اور حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ان کو ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔(**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۲۴۷**)، اوران پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے۔

لہذا ابوصالح، رجاء بن عبداللہ الصاغانیؒ [**وکان مجاورا بمکۃ حتی مات**] صدوق، حسن الحدیث ہیں۔(**مجلہ الاجماع: ش ۱۶: ص ۳۱**)، اوران کے متابع میں سلیمان بن داود الشاذکونیؒ (م ۲۳۶ھ) ضعیف ہیں، مگر حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''**مع ضعفہ لم یکد یوجد لہ حدیث ساقط، بخلاف ابن حمید، فإنہ ذو مناکیر**''۔(**سیر: ج ۱۰: ص ۶۸۳**)، ثقہ، ثبت، حافظ عبدان الاہوازیؒ (م ۳۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ ''**لا یتھم شاذکوني بالکذب، وإنمَا کتبہ کانت قد ذھبت، فکان یحدّث فیغلط**''۔(**المنتظم لابن الجوزی: ج ۱۱: ص ۲۱۳**)، حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ ''**وما أشبہ صورۃ أمرہ بما قال عبدان إنہ ذھبت کتبہ فکان یحدث حفظا فیغلط وإنما أتی من ھناك یشتبہ علیہ فلجرأتہ واقتدارہ علی الحفظ یمر علی الحدیث لا أنہ یتعمدہ**''۔(**الکامل لابن عدی: ج ۴: ص ۳۰۵**)

یعنی حافظ سلیمان الشاذکونیؒ (م ۲۳۶ھ) کی روایت کو، متابع کی صورت میں لیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) شقیق بن ابراہیم البلخیؒ (م ۱۹۴ھ) مشہور صوفی، زاہد اور صدوق، عالم ہیں۔

- حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ ''**شقیق البلخي ومنھم الرائد العقیق الزاھد الحقیق أبو**

علي البلخي شقيق ''۔(حلیۃ الاولیاء: ج۸: ص۵۸)،

- حافظ ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) نے ان کو 'معرفة الأئمة الثقات المشهورين من التابعين وأتباعهم'' میں شمار کیا ہے۔(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص۲۴۰)،

- ثقہ، حافظ ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ (م۴۱۲ھ) نے کہا: ''من أهل بلخ حسن الجرى على سبيل التوكل وحسن الكلام فيه وهو من مشاهير مشايخ خراسان ''۔(طبقات الصوفیۃ للسلمی: ص۶۳)،

* حافظ ابو سعد الادریسیؒ (م۴۰۶ھ) کی جرح ''روى أحاديث مناكير في الزهديات وغيرها. لم يكن من أهل الصناعة في الحديث، وقلما حدث عنه أيضا من يوثق بروايته، فلذلك لا يعتمد على روايته'' کے جواب میں

- حافظ الذہبیؒ (م۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ ''ولا يتصور أن يحكم عليه بالضعف، لان نكارة تلك الأحاديث من جهة الرواة عنه''۔(میزان الاعتدال: ج۲: ص۲۷۹)،

- دکتور، محدث حاتم الشریف حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

شقيق بن ابراهيم البلخى، ابو على، الزاهد المشهور المجاهد (ت ۱۹۴ ھ)

ذكره الذهبى فى الميزان فقال: من كبار الزهاد منكر الحديث ۔۔۔(ثم قال فى آخر الترجمة:) ولا يتصور ان يحكم عليه بالضعف لان نكارة تلک الاحاديث من جهة الرواة عنه واضاف الحافظ فى اللسان ثناءً على زهده وكرامةٍ له۔

وفاتهما ان الحاكم ذكره فى نوع معرفة الآئمة الثقات المشهورين من التابعين واتباعهم۔۔۔۔فى كتابه معرفة علوم الحديث۔(احادیث الشیوخ الثقات الشہیر بالمشیخۃ الکبری: ج۲: ص۸۶۳-۸۶۴)

لہذا وہ صدوق ہیں اوران کے متابع میں ثقہ، حافظ، حجت، سفیان بن عیینہؒ (م۱۹۸ھ) موجود ہیں۔(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۲۴۵۱)،

(۵) امام ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م۱۵۰ھ)،

(۶) حماد بن ابی سلیمانؒ (م۱۲۰ھ)،

(۷) امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ)،

(۸)　الاسود بن یزیدؒ (م ۷۵ھ)، وغیرہ کا تعارف وتوثیق ص: ۲۳، ۴۱، ۲۰ پر موجود ہے۔

(۹)　عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (تقریب)

یعنی ''محمد بن خزيمة'' کا طریق حسن لذاتہ ہے اور وہ دوسرے طریق کے لئے قوی متابع ہے۔ لہذا سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ''عنعنہ'' اور محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) پر اعتراض ہی باطل ہے۔

نوٹ:

مکہ میں الامام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کی ملاقات، ان کے درمیان مکالمہ اور امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی طرف سے مسائل کی توضیح اور امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کا امام صاحبؒ کے علم وفضل کا اقرار، مقبول روایت سے ثابت ہے۔ (دیکھئے ص ۴۴)

لہذا اس سے بھی ''محمد بن إبراهيم بن زياد الرازي'' کے روایت کی تائید ہوتی ہے۔

متابع نمبر ''۵'':

امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

وسئل عن حديث علقمة، عن عبد الله، قال: ألا أريكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فرفع يديه في أول تكبيرة، ثم لم يعد۔

فقال: يرويه عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة۔

حدث به الثوري عنه۔

ورواه أبو بكر النهشلي، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، وعلقمة، عن عبد الله۔

وكذلك رواه ابن إدريس، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبد الله.

وإسناده صحيح، وفيه لفظة ليست بمحفوظة۔

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة'' کی سند سے روایت کیا ہے اور امام ابوبکر النہشلی نے ''عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود

عن ابیه و علقمة عن عبداللہ'' کی سند سے اور امام ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے ''عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبداللہ'' کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے اور اس میں ایک لفظ ہے، جو غیر محفوظ ہے۔ (**علل الدارقطنی: ج۵: ص۱۷۲**)،

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ترک رفع کی روایت میں امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے متابع میں ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) اور عبداللہ بن ادریس الکوفیؒ (م ۱۹۲ھ) موجود ہیں۔

لہذا سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ''عنعنہ'' پر اعتراض نہایت ہی کمزور ہے۔

فائدہ:

امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے بارے میں

* حافظ الزماں، اعلم الناس فی عصرہ، امیر المومنین فی الحدیث، امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''**وكان إبراهيم عندي من أعلم الناس بأصحاب عبد الله وأبطنهم به**''۔ (**کتاب العلل لابن المدینی: ص ۴۳**)،

* حافظ الدنیا، امام العلل، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''**فإبراهيم النخعي هو أعلم الناس بعبد الله وبرأيه وبفتياه**''۔ (**سنن الدارقطنی: ج۴: ص ۲۲۴، حدیث نمبر ۳۳۶۵**)،

* حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا:

''**وكان بصيرا بعلم ابن مسعود، واسع الرواية، فقيه النفس، كبير الشأن، كثير المحاسن - رحمه الله تعالى**''۔ (**سیر اعلام النبلاء: ج۴: ص ۵۲۰**)،

لہذا بتصریح ائمہ علل، جب ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ)، ابن مسعودؓ اور ان کے اصحاب کے سلسلے میں اعلم الناس ہیں، لہذا ابن مسعودؓ کے سلسلے میں ان ہی کا قول مقدم ہوگا۔ یعنی ابن مسعودؓ کے ترکِ رفع کے مذہب کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔

یہی نہیں، بلکہ تمام اصحاب ابن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ کا مذہب بھی ترک رفع ہیں، چنانچہ ثقہ، حافظ، ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا وكيع وأبو أسامة، عن شعبة، عن أبي إسحاق، قال: كان أصحاب عبد الله، وأصحاب علي لا يرفعون أيديهم إلا في افتتاح الصلاة، قال وكيع: ثم لا يعودون۔

ابو اسحاق السبیعیؒ (م۱۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ صرف شروع نماز ہی میں رفع الدین کرتے تھے، راوی حدیث وکیعؒ کی روایت میں [اضافہ] ہے کہ بعد میں [رکوع وغیرہ میں] نہیں کرتے تھے۔ **(مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۲۴۶۱)**[۱]

اب جب تمام اصحاب ابن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ [جن کی تعداد ''۲۰۰'' سے زائد ہیں، ان] کا مذہب ترک رفع کا ہیں، اسی طرح ابن مسعودؓ کا مذہب بھی یہی ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

کیا یہ سب دلالت نہیں کرتا کہ ترکِ رفع کا تعلق، رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے؟؟؟ خاص طور سے جب کہ صحیح ومقبول مرفوع روایات بھی اس پر دال ہیں۔

لہذا ابن مسعودؓ کی ترک رفع کی روایات کی صحت کا انکار انتہائی بیکار اور کمزور فعل ہے، جس کی طرف التفات بھی نہیں کیا جا سکتا۔

<u>حدیثِ ابن مسعود، ائمہ محدثین کی نظر میں:</u>

غالباً یہی وجہ ہے کہ درج ذیل ائمہ جرح وتعدیل وائمہ محدثین نے اس حدیث کی تصحیح وتحسین فرمائیں ہیں:

- امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) نے ابن مسعودؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ **(دیکھئے ص: ۱۸-۲۳)**
- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ ''**لا جل أنه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شيء**'' رفع الدین کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت صحیح ثابت نہیں ہے۔ **(دیکھئے ص: ۲۴)**

مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) کے نزدیک، عدمِ رفع کی روایت صحیح ہے۔

<u>نوٹ:</u>

اس کی تشریح میں شیخ الحدیث، مولانا **محمد عبد الغني المجددي**ؒ (م۱۲۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ ''**لم يصح معنى إذ هو معارض والا فإسناده صحيح**'' امام صاحبؒ کا قول کہ ''رفع الدین کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت

---

(۱) اس روایت کے تمام روات ثقات بلکہ اثبات ہیں۔ لہذا اسند بالکل صحیح ہے۔

صحیح ثابت نہیں ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ رفع الیدین کی روایت چونکہ عدم رفع کی روایت سے معارض ہے، اس لئے معنی رفع کی روایت صحیح نہیں ہے، ورنہ ''الزهري، عن سالم، عن ابن عمر '' کی سند بھی صحیح ہے۔(**إنجاح الحاجة للمجددی: ص ۶۲، طبع مع شرح سنن ابن ماجه مجموع من 3 شروح، قديمي كتب خانة - كراتشي**)

- امام ابوداود، سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے اس پر روایت پر سکوت کیا ہے، لہذا یہ روایت، ان کے نزدیک صالح ہیں۔(**دیکھئے سنن ابی داود: حدیث نمبر ۷۴۹، ت الارنؤوط**)

- امام ابوعیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے کہا: ''**حديث ابن مسعود حديث حسن**''۔[۱]

- حافظ ابوعلی الطوسیؒ (م ۳۲۲ھ) نے بھی کہا: ''**حديث ابن مسعود حديث حسن**''۔(**مختصر الاحکام: ج ۲: ص ۱۰۳، رقم ۲۳۷**)

- امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں ''**واسناده صحيح۔۔۔۔الخ**'' کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔(**العلل الوارده: ج ۵: ص ۱۷۲، رقم ۸۰۴، الدرایہ: ج ۱: ص ۱۵۰، نصب الرایہ: ج ۱: ص ۴۷۴، اللآلئ المصنوعہ: ج ۲: ص ۱۷**)

- حافظ ابن حزم الظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) نے کہا: ''**ان هذا الخبر صحيح**'' کہ بلاشک وشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔(**المحلی شرح المجلی: ج ۴: ص ۵۸، مسئلہ نمبر ۴۴۲**)

- امام ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) نے کہا: کہ ''**والحديث عندى لعدالة رواته اقرب الى الصحة**'' یہ

---

(۱) سنن الترمذی میں ''حسن'' کے ساتھ ''صحیح'' کا لفظ ''سنن الترمذی'' کے قلمی نسخہ دار الکتب المصریۃ میں موجود ہے۔اس نسخہ کے متعلق شیخ احمد شاکرؒ (م ۱۳۷۷ھ) لکھتے ہیں کہ: ''**وهى نسخة جيدة يغلب عليها الصحة وخطؤها قليل**'' کہ یہ نسخہ عمدہ ہے، جس میں صحت غالب اور خطاء کم ہے، اس نسخہ کی کتابت ''۳ رجب ۷۲۶ھ'' کو مکمل ہوئی ہے۔(**مقدمہ شرح ترمذی ج ۱ ص ۱۲۔طبع دار الحدیث القاہرہ**)، اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں احادیث کے اختتام پر دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ (م ۴۶۳ھ) کے بقول دائروں میں نقطے اصل نسخے سے مراجعت کے بعد لگائے جاتے ہیں۔(**ملخصاً: اختصار فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، الجامع فی اخلاق الراوی ج ۱ ص ۲۷۳**)، اس سے معلوم ہوا کہ دار الکتب المصریہ کی لائبریری کا قلمی سنن الترمذی کا یہ عمدہ اور نفیس نسخہ سنن ترمذی کے اصل نسخے سے مراجعت شدہ ہے۔

حدیث چونکہ عادل راویوں سے مروی ہے اس لئے میرے نزدیک اقرب الی الصحۃ (صحیح) ہے۔(بیان الوہم والا یہام: ج ۳: ص ۳۶۷)

- حافظ ابوالحسن، علی بن عثمان المارینیؒ (م ۷۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ ''والحاصل ان رجال ھذا الحدیث علی شرط مسلم'' حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۷۸)

- حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) نے کہا: کہ ''وأما باقیھا فإما أن یکون قد روي بالمعنی وإما أن یکون صحیحا''

یعنی ''فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ'' اور اس روایت کے بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔(ملخصاً تہذیب السنن مع مختصر السنن: ج ۱: ص ۱۴۶)

- حافظ ابومحمد، عبداللہ بن یوسف الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) کہتے ہیں کہ ''والرجوع إلی صحۃ الحدیث لورودہ عن الثقات'' فیصلہ اس حدیث کی صحت کا ہوگا، کیونکہ یہ ثقات کے طریق سے مروی ہے۔(نصب الرایہ: ج ۱: ص ۳۹۶)

- حافظ علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ ''فعلی ھذا یکون حدیثاً صحیحاً لا حسناً'' اس وجہ سے یہ حدیث صحیح ہوگی، نہ کہ حسن۔(شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۴۶۸)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ ''وقد صححہ بعض أھل الحدیث لکنہ استدل بہ علی عدم الوجوب'' یقیناً بعض محدثین نے ابن مسعودؓ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے، مگر اس روایت سے عندالرکوع والے رفع الیدین کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔(فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰)

یعنی حافظؒ کے نزدیک بھی یہ صحت کے درجہ پر فائز ہے۔

- محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''ھذان إسنادان صحیحان ورجالھما رجال الصحیح''

[حدیث ابن مسعودؓ] کے یہ دونوں طریق صحیح اور ان کے رجال، صحیحین کے رجال ہیں۔(نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۶۴)

- مشہور فقیہ، امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسي المعروف بابن الھمامؒ (م ۸۶۱ھ) فرماتے

ہیں کہ

''وغاية الأمر أن الأصل رواه مرة بتمامه ومرة بعضه بحسب تعلق الغرض، وبالجملة فزيادة العدل الضابط مقبولة خصوصا وقد توبع عليها، فرواه ابن المبارك فيما قدمناه من رواية النسائي۔۔۔۔۔۔۔ومما يؤيد صحة هذه الزيادة رواية أبي حنيفة من غير الطريق المذكور''۔(فیض القدیر:ج۱:ص۳۱۰-۳۱۱)

لہذا امام ابن الہمامؒ (م۸۶۱ھ) کے نزدیک بھی، یہ روایت صحیح ہے۔

- حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م۸۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

''وقد أعل حديث الترمذى والنسائى بأمور لا تتأتى فى رواية ابى حنيفة بل تقوى بها۔

اور حدیث ترمذی ونسائی کو جن علتوں کی بنا پر معلول قرار دیا ہے، وہ علتیں، امام ابوحنیفہؒ کی روایت میں نہیں ہے، [لہذا] اس سے، ترمذی کی روایت [مزید] قوی ہو جائے گی۔(التعریف والاخبار للقاسم:ج۱:ص۱۵۲)،

- محدث شیخ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۵۴ھ) صحیح کہتے ہیں۔(کشف الرین:ص۵۶)

- امام عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۰۴ھ) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنداً صحیح کہتے ہیں۔(التعلیق الممجد علی مؤطا محمد:ص۱۹)

- محدث محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۲ھ) آثار السنن میں لکھتے ہیں کہ:

'' رواه الثلاثة وهو حديث صحيح ''

اصحاب ثلاثہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) نے اس کو روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔(آثار السنن:ص۱۰۹)

- حافظ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۵۰ھ) کہتے ہیں کہ:

''وهذا اسناد صحيح''

یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔(نیل الفرقدین:ص۶۴)

- شیخ محمد احمد شاکر المصریؒ (م۱۳۷۷ھ) نے کہا:

'' وهذا الحديث صححه ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح وما قالوه فى تعليله ليس بعلة''(شرح سنن ترمذی ج۲ص ۳۵، رقم۲۵۷، b۔ دار الحديث القاهره)

کہ ترک رفع یدین کی اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ حضرات نے کہا ہے۔ وہ حقیقتاً علت نہیں۔

* مزید لکھتے ہیں کہ:

'' وھو حدیث صحیح '' یہ حدیث صحیح ہے۔ (حاشیہ المحلی: ج ۴ ص ۵۴)

- المحدث الناقد ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

'' وھذا اسناد صحیح، رجاله رجال الصحیحین غیر سوید وھو ثقة ''۔ (اعلاء السنن: ج ۳: ص ۶۰۔۶۱)

- شیخ، محدث مقبل بن ہادی الوداعیؒ (م ۱۴۲۲ھ) کہتے ہیں کہ ''ھذا الحدیث إذا نظرت إلی سنده وجدته کما یقول الترمذي رحمه الله ''۔ (أحادیث معلة ظاهرها الصحة: ص ۲۷۳)

- محدث عبد القادر الارنؤوطؒ (م ۱۴۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

'' واسناده صحیح ''

اس کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۲)

- محقق زہیر الشاویشؒ (م ۱۴۳۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث صحیح ہے اور جو بعض نے اس حدیث میں علتیں نکالی ہیں وہ کچھ نہیں (کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں)۔

(حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

- محقق حسن سلیم اسد الدارانیؒ (م ۱۴۴۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

'' اسناده صحیح ''

یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی برقم ۵۳۰۲)

- اور مشہور محدث، شیخ ناصر الدین الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے کہا ہے کہ:

'' والحق انه حدیث صحیح واسناده صحیح علی شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة یصلح التعلق بها ورد الحدیث من اجلها ''

اور حق بات یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور

جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس وجہ سے حدیث رد کی جا سکے۔(**مشکوۃ المصابیح بتحقیق ناصر الدین البانی: ج۱: ص ۲۵۴**)

پس اللہ تعالی حق بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔۔۔آمین۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کی تحقیق۔

[محمد بن جابر الیمامیؒ کے طریق پر بحث]

-مولانا نذیر الدین قاسمی

ثقہ، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحناط و عبدالوهاب بن عیسیٰ بن ابی حیة قالا نا اسحاق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللہ قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و مع عمر رضی اللہ عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰة۔

قال اسحاق به ناخذ فی الصلوٰة کلها۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

ثقہ، امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔ (**سنن الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۱۳۳**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱)　امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ، امام، امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ (**الدليل المغني لشيوخ الإمام أبي الحسن الدارقطني: ص ۳۴**)

(۲)　ابوعثمان، سعید بن محمد بن احمد البغدادیؒ (م ۳۲۱ھ) ثقہ ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۴۴۴**) اور ان کے متابع میں ثقہ، راوی عبدالوہاب بن عیسیٰ بن ابی حیہؒ (م ۳۱۹ھ) موجود ہیں۔ (**الدلیل المغنی: ص ۲۶۷**)،

(۳)　اسحاق بن ابی اسرائیل، ابویعقوب المروزیؒ (م ۲۴۵ھ) سنن ابی داود و نسائی کے راوی اور ثقہ، مامون ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۳۸**)،

(۴)　محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) سنن ابی داود و ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) صدوق ہیں، مگر جب ان کی کتابیں [آخر عمر میں] ضائع ہوگئی، تو ان کا حافظہ متغیر ہوگیا اور بہت زیادہ غلطیاں کرنے لگے اور نابینہ ہونے کی وجہ سے تلقین بھی قبول کرنے لگے۔ (**تقریب: رقم ۵۷۷۷، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۷: ص ۲۱۹**)

- حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''محمد بن جابر [هذا روى عنه الأئمة كشعبة والثوري وأيوب وغيرهم] كان قد عمي واختلط عليه حديثه وذهبت كتبه فضعف [ومع ضعفه يكتب حديثه]''

یعنی محمد بن جابر سے ائمہ نے مثلاً شعبہؒ، سفیانؒ وایوبؒ وغیرہ نے روایت لی ہے اور وہ نابینہ ہو گئے تھے اور ان کی احادیث، ان پر مختلط ہوگئی اور ان کی کتابیں ضائع ہوگئی، اس وجہ سے ان کی تضعیف کی گئی مگر ضعف کی باجود ان کی احادیث لکھی جائے۔ (**الاحکام الوسطی: ج ۴: ص ۵۷، ج ۱: ص ۲۷۷**)،

- حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

وفيه محمد بن جابر السحيمي وفيه كلام كثير وهو صدوق في نفسه صحيح الكتاب ولكنه [كان أعمى واختلط عليه حديثه] وقبل التلقين [وهو ضعيف لسوء حفظه واختلاطه]

اس روایت میں محمد بن جابر السحیمی اور ان پر بہت کلام ہے اور وہ فی نفسہ صدوق ہیں، ان کی کتاب صحیح ہیں لیکن وہ [اخیر عمر میں] نابینہ ہو گئے تھے اور ان کی احادیث، ان پر مختلط ہوگئی تھی اور وہ تلقین قبول کرنے لگے تھے، لہذا وہ سوء الحفظ اور اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۳۳۶۲، ۸۶۹**)

- حافظ ابوحاتم، محمد بن ادریس الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) اور حافظ ابوزرعۃ، عبید اللہ بن عبد الکریم الرازیؒ (م ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''محمد بن جابر يمامي الاصل ومن كتب عنه كتب عنه باليمامة وبمكة وهو صدوق إلا أن في حديثه تخاليط واما اصوله فهي صحاح''۔

محمد بن جابر یمامیؒ اصلاً یمامہ کے باشندے ہیں، اور جس نے ان سے یمامہ اور مکہ میں لکھا، تو اس وقت وہ صدوق

تھے، مگر ان کی [حافظہ سے بیان کردہ] احادیث میں کچھ غلطیاں ہیں اور جہاں تک ان کی کتاب کی بات ہے، تو وہ [یعنی کتاب کی روایات] صحیح ہیں۔ (**الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج ۷: ص ۲۲۰**)

- امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ

"ذهب كتبه في آخر عمره وساء حفظه وكان يلقن وكان عبد الرحمن بن مهدي يحدث عنه ثم تركه بعد"

ان کی کتابیں آخیر عمر میں ضائع ہوگئی تھی اور حافظہ متغیر ہوگیا تھا اور وہ تلقین قبول کرنے لگے تھے اور حافظ عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) بھی ان سے روایت کرتے تھے اور بعد میں [ان کی یہ حالت کی وجہ سے] ان کو ترک کردیا۔ (**الجرح والتعدیل: ج ۷: ص ۲۱۹**)،

- امیر المومنین فی الحدیث، امام عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

مررت به وهو بمنى يحدث الناس فرأيته لا يحفظ حديثه، فقلت له: أيها الشيخ إنك حدثتني بكذا وكذا، قال: فجاءني إلى رحلي ومعه كتابه فقال لي: انظر، فنظرت فإذا هو صحيح، فقلت: لا تحدث إلا من كتابك۔

میں منی میں محمد بن جابر کے پاس سے گزرا، جب کہ وہ لوگوں کو روایتیں بیان کررہے تھے، تو میں نے دیکھا کہ ان کو احادیث یاد نہیں ہے، تو میں نے ان سے کہا: کہ اے شیخ، آپ نے حدیث مجھ سے اس طرح، اس طرح بیان کی تھی، [یعنی میں نے ان کو ٹوکا] تو وہ اپنی کتاب کے ساتھ، میرے مقام پر آئے اور کہا کہ میری کتاب دیکھ لو، تو میں نے ان کی کتاب دیکھی، تو وہ صحیح تھی، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ صرف اور صرف اپنی کتاب سے ہی روایات بیان کیا کریں۔ (کتاب التاریخ لابن المبارک بحوالہ **تہذیب التہذیب: ج ۹: ص ۸۹**)

- صدوق، امام ابن سعد الزہریؒ (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ

"وكان رحل إلى محمد بن جابر باليمامة فكتب كتبه"

اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ۲۵۰ھ) محمد بن جابر کے پاس یمامہ تشریف لے گئے اور ان کی کتاب سے روایات لکھی۔ (**الطبقات الکبری: ج ۷: ص ۲۵۲**)،

- حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ

ولمحمد بن جابر من الحديث غير ما ذكرت وعند إسحاق بن أَبِي إسرائيل عن مُحَمد بن جابر كتاب أحاديث صالحة وكان إسحاق يفضل مُحَمد بن جابر عَلَى جماعة شيوخ هم أفضل مِنهُ وأوثق وقد روى عن مُحَمد بن جابر كما ذكرت من الكبار أيوب، وابن عون، وهِشام بن حسان والثوري، وشُعبة، وابن عُيَينة وغيرهم ممن ذكرتهم ولولا أن مُحَمد بن جابر فِي ذَلِكَ المحل لم يرو عنه هؤلاء الذين هُوَ دونهم وقد خالف فِي أحاديث ومع ما تكلم فيه من تكلم يكتب حديثه۔

میں نے جو احادیث ذکر کی ہیں اس کے علاوہ بھی محمد بن جابر کی حدیثیں ہیں، اور اسحاق بن ابی اسرائیل کے پاس محمد بن جابر سے نقل کردہ عمدہ احادیث کی کتاب ہے، اور اسحاق محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے شیوخ کی ایک جماعت پر جو کہ ان سے افضل اور زیادہ ثقہ تھے، اور محمد بن جابر سے جن (روایت کرنے والوں) کا میں نے تذکرہ کیا ہوں، ان میں سے بڑے محدثین میں سے جیسا کہ میں نے ذکر کیا، ایوب، ابن عون، ھشام بن حسان، ثوری، شعبہ، ابن عیینہ وغیرہ نے روایت لی ہے، اگر محمد بن جابر کا یہ مقام نہ ہوتا تو یہ حضرات ان سے روایت نہ لیتے جو کہ ان سے چھوٹے ہیں، چند احادیث میں انہوں نے مخالفت کی ہے، اور ان پر کلام ہونے کے باوجود ان کی حدیث لکھی جائے گی۔ **(الکامل لابن عدی: ج۷: ص ۳۴۲)**

- حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ

فأحسن منه قول ابن عدي: كان إسحاق بن أبي إسرائيل يفضل محمد بن جابر على جماعة شيوخ هم أفضل منه، وأوثق، وقد روى عنه من الكبار: أيوب. وابن عون. وهشام بن حسان. والثوري. وشعبة. ابن عيينة. وغيرهم، ولولا أنه في ذلك المحل لم يروعنه هؤلاء الذين هو دونهم، وقد خولف في أحاديث، ومع ما تكلم فيه فهو ممن يكتب حديثه۔ **(الامام فی معرفۃ احادیث الاحکام)**

- حافظ ابو محمد جمال الدین الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) اور
- امام کمال الدین ابن الہمام السیواسیؒ (م ۸۶۱ھ) نے حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کی تائید کی ہے۔ **(نصب الرایۃ: ج۱: ص ۳۹۷، فیض القدیر: ج۱: ص ۳۱۱)**
- حافظ علی بن عثمان الماردینیؒ (م ۷۵۰ھ) نے بھی ابن عدیؒ کی توثیق کو ترجیح دی ہے۔ **(الجوہر النقی: ج۲: ص ۷۸)**

- اور یہی رائے، محدث بدرالدین العینیؒ (م ٨٥٥؁ھ) کی بھی ہے۔(نخب الافکار: ج ٤: ص ١٦٧)،

- مشہور عالم، محدث، شیخ عبدالرحمٰن المعلمیؒ (م ١٣٨٦؁ھ) محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ١٧٠؁ھ) کے بارے میں اقوالِ محدثین کو ذکر کرنے کے بعد، اپنا فیصلہ ذکر کرتے ہوئے، فرماتے ہیں کہ

فالحكم فيه أن ما رواه الثقات عنه ونصوا على انه من كتابه الذي عرفوا صحته فهو صالح. ويتوقف فيما عدا ذلك۔

لہذا محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ١٧٠؁ھ) کے سلسلے میں محکم قول یہ ہے کہ ان کی وہ روایات جن کو ثقات نے ان سے لیا ،اس روایت کی صحت جانا اور ان کی کتاب سے اس روایت کو لینے کی صراحت بھی کی، تو وہ روایت صالح ہوگی اور باقی کے سلسلے میں توقف کیا جائے گا۔(**التنکیل**: ج ٢: ص ٦٦٤)،

ان تمام اقوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ

* محمد بن جابر الیمامیؒ (بعد ١٧٠؁ھ) صدوق ہیں، کذاب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابوحاتم الرازیؒ (م ٢٧٧؁ھ)، حافظ عمرو بن علی الفلاسؒ (م ٢٤٩؁ھ) ان کو صدوق ہیں کہتے ہیں۔(**الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی**: ج ٧: ص ٢١٩)،

* جنہوں نے محمد بن جابر الیمامیؒ (م ١٧٠؁ھ) سے مکہ یا یمامہ میں سماع کیا، تو ان روایات میں وہ صدوق ہیں۔

* محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ١٧٠؁ھ) کی کتاب صحیح روایات پر مشتمل تھی، جیسا کہ رازیان اور ابن المبارکؒ کا قول ہے

* محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ١٧٠؁ھ) سے اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ٢٥٠؁ھ) نے ''یمامہ'' میں ''ان کی کتاب'' سے روایات لی ہے، جیسا کہ ابن سعدؒ کا حوالہ گزر چکا۔

* اور پھر اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ٢٥٠؁ھ) اس ترک رفع کی روایت کی صحت کی گواہی دیتے ہوئے کہا: ''به ناخذ فی الصلوۃ کلها''۔(کما مر)

یعنی ثقہ، مامون، ضابط، ثبت، حافظ جدا، امام، اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ٢٥٠؁ھ) کی محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ١٧٠؁ھ) سے روایات مقبول ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عدیؒ (م ٣٦٥؁ھ) نے کہا:

''**وعند إسحاق بن أَبِي إسرائيل عن مُحَمد بن جابر كتاب أحاديث صالحة**''۔(**الکامل**: ج ٧: ص ٣٤٢)، اسی قول کو

* حافظ حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ)،
* حافظ ابو محمد جمال الدین الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ)،
* امام کمال الدین ابن الہمام السیواسیؒ (م ۸۶۱ھ)،
* حافظ علی بن عثمان الماردینیؒ (م ۷۵۰ھ) اور
* محدث بدر الدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) وغیرہ نے ترجیح دی ہے۔ (کمامر)

نیز اگر جروحات کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تب بھی وہ غیر ''اسحاق بن ابی اسرائیل عن محمد بن جابر'' کی روایات کے سلسلے میں ہوگی۔

(۵) حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں، نیز ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں ''اعلم الناس''، و''اثبت الناس'' ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۲۸-۳۶**)

نوٹ نمبر ۱:

حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) اگر چہ مدلس ہیں، مگر ان کے متابع میں ثقہ راوی عاصم بن کلیبؒ (م ۱۳۷ھ) موجود ہیں۔ (کمامر)، لہذا یہاں اس روایت میں ان پر تدلیس کا الزام مردود ہے۔

نوٹ نمبر ۲:

حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کا آخری عمر میں ''مختلط ہونا'' ثابت نہیں ہے۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۱۷**)، لہذا تحقیق یہی ہے کہ وہ اصطلاحی مختلط نہیں تھے۔ واللہ اعلم

(۶) امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(۷) الاسود بن یزیدؒ (م ۷۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، مکثر، فقیہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۰۹**)

(۸) عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (**تقریب**)

یعنی اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔

اعتراض نمبر ۱:

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) اور امام ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) کا قول ہے کہ ''**أحاديثه عن حماد**

مضطربه''۔(مسائل احمد بروایت ابن ہانی: رقم ۲۲۶۲، واللفظ لہ، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۷: ص ۲۱۹)

الجواب:

اولا　یہ جرح اسحاق عن محمد بن جابر کی علاوہ کی روایات کے سلسلے میں ہوگی۔(جیسا کہ تفصیل گزر چکی)

دوم　چونکہ یہاں، ترک رفع کی روایت کے سلسلے میں محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) سے اضطراب [یعنی مختلف طور سے روایت کو بیان کرنا] ثابت ہی نہیں ہے۔ لہذا ہماری روایت اضطراب سے پاک ہوئی، اور یہاں یہ جرح نقل کرنا فضول ہے۔

سوم　حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) سے یہ روایت مرفوعاً نقل کرنے میں محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) منفرد بھی نہیں ہیں۔(دیکھئے ص ۲۴-۲۵)، اس لحاظ سے بھی یہ جرح کمزور ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

امام الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کہتے ہیں کہ''هذا إسناد مقلوب، لا نعلم أحدا حدث به من أصحاب حماد بن أبي سليمان عنه من المشهورين بالأخذ عنه، ولو كان محفوظا لبادر بروايته أبو حنيفة وسفيان الثوري عن حماد؛ إذ كان يوافق مذهبهما''۔(الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۶۳)، امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ''وغير حماد يرويه عن إبراهيم مرسلا، عن عبد الله من فعله غير مرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو الصواب''۔امام البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ''وكذلك رواه حماد بن سلمة، عن حماد بن أبي سليمان، عن إبراهيم، عن ابن مسعود مرسلا موقوفا''۔(السنن الکبری للبیہقی: ج ۲: ص ۱۱۳-۱۱۴)

الجواب:

جواب سے پہلے عرض ہے کہ امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کی عبارت میں تصریح ہے کہ اصحاب حماد بن ابی سلیمان میں ''مکثر عنہ'' امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) ہیں۔ والحمدللہ

اور حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) سے یہ روایت مرفوعاً نقل کرنے میں محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) منفرد بھی نہیں ہیں، بلکہ ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) موجود ہیں۔(دیکھئے ص ۲۴-۲۵)،

لہذا یہ جرح بھی کمزور ہی ہے۔ واللہ اعلم

غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ المار دینیؒ (م ۷۵۰ھ) اور محدث بدر الدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) کہتے ہیں کہ ''ھذا شاھد جید''۔(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۸۷، نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۶۷)

محدث ظفر احمد العثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) بھی فرماتے ہیں کہ ''إسنادہ جید''۔(اعلاء السنن: ج ۲: ص ۸۳)،

امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کا مثالب ابی حنیفۃ سے رجوع اور امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کے فضل ومقام کا اقرار۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

صدوق، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو الفضل جعفر بن محمد بن أحمد بن محمود ببغداد في جامع المدينة، قال: حدثنا عبد الكريم بن الهيثم العاقولي، قال: حدثنا حيي بن حاتم الجرجرائي، قال: سمعت عبد الله بن المبارك، يقول:

كنت إذا جلست عند الأوزاعي فسمعته أحيانا يعرض بأبي حنيفة فيما يجري من المسائل، وربما لامني وينهاني عن مجالسته، والأخذ عنه، فقلت: هذا رجل أعجبته نفسه، ولم يفض في بحور أبي حنيفة، فجمعت مسائل معدودة في رقعة في كمي فيها سؤالات أبي حنيفة وجواباته وحضرت مجلسه، والرقعة في كمي، فألقيت عليه مسألة، وأنا أنظر في الرقعة فأجاب بجواب مخرس۔

ثم سألت عن أخرى، فسكت ثم سألته عن أخرى فسكت، ثم سألته عن أخرى، فقال: أرني الرقعة فناولته، فجعل ينظر فيها، حتى أتى على آخرها، فرأيت فيه التغير فقال: مالي يا أبا عبد الرحمن مسائل من ذا وجوابات من ذا؟

فقلت: مسائل الرجل الذي تنهاني عن مجالسته،

فقال: من هو؟

قلت: أبا حنيفة،

فقال: أستغفر الله لقد كنت في غلط ظاهر، الزم الرجل، فإنه بخلاف ما بلغني عنه۔

قال ابن المبارك: ثم التقى أبو حنيفة والاوزاعي بمكة، وكان بينهما اجتماع فرأيته يجاري أبا حنيفة في بعض المسائل التي كانت في الرقعة التي سألته عنها، فرأيت أبا حنيفة يكشف له تلك المسائل بأكثر مما كنت كتبت عنه فلما افترقا لقيت الألوزاعي بعد ذلك، فقال: غبطت الرجل بكثرة علمه ووفور عقله۔

عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں میں جب امام اوزاعیؒ کے پاس بیٹھتا تو بعض مرتبہ وہ اپنے بیان کردہ مسائل میں امام ابوحنیفہؒ پر تعریض کرتے، اور بسا اوقات مجھے ملامت کرتے اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان سے علم حاصل کرنے سے منع کرتے، تو میں (اپنے دل میں) کہا: یہ صاحب اپنے آپ کو پسند کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے سمندر میں غوطہ زن نہیں ہوئے ہیں، لہذا میں نے ایک رقعہ میں چند مسائل جمع کر کے اپنی آستین میں رکھے، جن میں امام ابوحنیفہؒ کے سوالات وجوابات تھے، اور میں ان (امام اوزاعیؒ) کی مجلس میں حاضر ہوا، رقعہ میری آستین میں تھا، پھر میں نے رقعہ میں دیکھ کر ایک مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا، تو انہوں نے غیر واضح جواب دیا، پھر دوسرا مسئلہ پوچھا تو وہ خاموش رہے، پھر ایک اور مسئلہ پوچھا تب بھی انہوں نے سکوت کیا، پھر مزید مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا رقعہ مجھے بتاؤ، میں نے انہیں دے دیا، وہ اس میں غور کرنے لگے، یہاں تک کہ اخیر تک اسے پڑھا، میں نے ان میں تغیر محسوس، پھر آپ کہنے لگے: اے ابوعبدالرحمن یہ کن کے مسائل ہیں اور کن کے جوابات ہیں؟ میں کہا یہ انہیں صاحب کے مسائل ہیں جن کے پاس بیٹھنے سے آپ مجھے منع کرتے ہیں، انہوں نے کہا وہ کون؟ میں نے کہا ابوحنیفہ، وہ کہنے لگے استغفر اللہ، یقیناً میں تو کھلی غلطی پر تھی، اس شخص کو لازم پکڑو، مجھے ان کے بارے میں جو بات پہنچی تھی یہ اس کے برعکس ہیں۔

ابن المبارکؒ کہتے ہیں: پھر امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی مکہ میں ملاقات ہوئی، اور ان کے درمیان (علمی) مجلس ہوئی، تو میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اس رقعہ جس کے مسائل میں نے ان سے پوچھے تھے، کے بعض مسائل کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے بات کررہے ہیں، تو میں نے دیکھا کہ میرے لکھنے کی بنسبت امام ابوحنیفہؒ نے مزید وضاحت سے وہ مسائل انہیں بیان کئے، جب مجلس برخاست ہوگئی تو بعد میں میں امام ابوزاعی سے ملا تو کہنے لگے کہ مجھے اس شخص پر رشک ہوا ان کے کثرت علم اور وفور عقل کی وجہ سے۔ **(کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۲۲-۲۳)**

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱)　امام، حافظ ابومحمد، عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) مشہور صدوق، حافظ الحدیث، فقیہ ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۲۲)**

(۲)　ابوالفضل، جعفر بن محمد بن احمد القافلانیؒ (م ۳۲۵ھ) ثقہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۵۰۷، تاریخ بغداد: ج ۸: ص ۱۳۵، نیز دیکھئے مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۱: ص ۱۴۱، ۲۳۹)،

(۳)　عبدالکریم بن الہیثم، ابو یحیی البغدادی القطانؒ (م۲۷۸ھ) ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج۶: ص۵۷۰)

(۴)　محمد بن حاتم بن یونس الجرجرائی المصیصی، ابوجعفر لقبہ حبیؒ (م۲۲۵ھ) سنن ابی داود و نسائی کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۵۷۹۵)،

(۵)　عبداللہ بن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، فقیہ، امام ہیں۔(تقریب: رقم ۳۵۷۰)

اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، لہذا یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ امام الاوزاعیؒ (م۱۵۷ھ) بالآخر، امام ابوحنیفہؒ (م۱۵۰ھ) کے فضل و مقام کے قائل ہوئے تھے۔ والحمدللہ

یادداشت

AL IJMA FOUNDATION YOUTUBE CHANNEL :

https://www.youtube.com/alijmaorg

YouTube SUBSCRIBE :

https://www.youtube.com/c/alijmaorg?sub_confirmation=1Alijma


WEBSITE : www.alijma.com


AL IJMA TWITTER : @alijmaofficial


FACEBOOK : https://m.facebook.com/alijmaOfficial/


AL IJMA EMAIL : Info@alijma.com


WHATSAPP : +91 8097867973


AL IJMA CONTACT : +91 9987925955

FOR MORE YouTube VIDEOS VISIT:

https://www.youtube.com/alijmaorg

E-mail : khan810619@gmail.com





ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن